روزنامہ راشٹریہ سہارا
ممبئی، یکم/اپریل 2019ء پیر
www.samaylive.com, www.roznamasahara.com

اکتسابی معذوری کوئی نقص نہیں ہے!

فاروق طاھر

دنیا ایک امتحان گاہ ہے یہاں ہر ایک کو امتحان سے گزرنا ہوتا ہے۔ ہر شخص کسی نہ کسی آزمائش سے گزرتا ہے۔ کوئی دولت شہرت اور اقتدار کے ذریعے تو کوئی غربت بھوک افلاس اور محکومی کے ذریعے تو کوئی صحت تندرستی اور طاقت کے ذریعے تو کوئی بیماری اور معذوری کی صورت میں آزمائش میں مبتلا ہے۔ اول الذکر آزمائش سے سرخروئی نسبتاً آسان ہے لیکن دیگر آزمائشیں بہت سخت ہوتی ہیں جیسے بہت زیادہ غربت بھوک اور افلاس۔ لیکن ان سب میں معذوری سب سے کڑی آزمائش ہے اور بالخصوص اکتسابی معذوری بہت زیادہ تکلیف دہ اور صبر آزما ہوتی ہے۔ لفظ معذوری سے مراد مختلف قسم کی جسمانی، ذہنی یا فکری کیفیت ہوسکتی ہے جیسے نقل و حرکت کے نقائص، بصری نقائص، سمعی نقائص، ذہنی صحت (نفسیاتی) معذوریاں، فکری معذوری اور اکتسابی معذوری (Learning Disabilities) وغیرہ۔ اکتسابی معذوری بنیادی طور پر اعصابی خلل کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ دماغ کے حصے مخ کبیر میں اگر نقص ہو تو اکتسابی معذوری نمودار ہوتی ہیں۔ مخ کبیر بنیادی طور پر زبان دانی، ذہانت اور فکری افعال کو سرانجام دیتا ہے اور مخ کبیر کو ذہانت کا مرکز بھی کہا جاتا ہے۔ اکتسابی معذوری میں ڈسلیکسیا (Dyslexia)، آٹزم جیسے عوارض شامل ہیں۔ اکتساب سے مربوط مسائل کے لیئے وسیع طور پر اکتسابی نقائص کی اصطلاح کا استعمال ہوتا ہے۔ اکتسابی معذوری کوئی ذہنی معذوری نہیں ہے۔ اکتسابی معذوری کا شکار افراد سیکھنے کے عمل میں دشواری محسوس کرتے ہیں۔ اکتسابی معذوری کا شکار بچوں کو کند ذہن اور کاہل بھی نہیں کہا جاسکتا ہے۔ اکتسابی معذوری سے متاثر بچے دیگر بچوں کی طرح ذہین، ہوشیار اور عقلمند واقع ہوتے ہیں۔ اکتسابی معذوری کا شکار بچے استاد کی اکتسابی معذوری سے عدم آگہی کے باعث روزانہ کمرۂ جماعت میں استاد کی معلمانہ جہالت کا شکار بنتے ہیں۔ اکتسابی معذوری کا شکار طالب علم اپنے استاد سے فریاد کرتا ہے کہ استاد جی اگر میں آپ کے پڑھائے جانے والے طریقے سے علم حاصل کرنے میں ناکام ہوجاتا ہوں تو کیا آپ مجھے اس طریقے سے پڑھائیں گے جس طریقے سے میں سیکھ سکتا ہوں۔ طالب علم کی یہ فریاد قابل غور ہے اور اس امر کا اظہار بھی ہے کہ اکتسابی معذوری سے دوچار طلبہ میں صلاحیتوں کا فقدان نہیں ہوتا ہے بلکہ ان میں بھی صلاحیتیں بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں۔ اساتذہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ اکتسابی معذوری کا شکار طلباء کی ضرورتوں اور تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنے تدریسی فرائض انجام دیں۔ اکتسابی معذوری سے متاثر طلبہ کی تعلیمی خدمات کی انجام دہی سے قبل اساتذہ کو تعلیمی معذوری سے واقفیت ضروری ہے۔ اگر اساتذہ اکتسابی معذوری سے آگہی نہیں رکھتے ہیں تب اکتسابی معذوری سے متاثر طلبہ کی تعلیمی ترقی مجروح ہوجاتی ہے۔ 1978 میں گراس میان (GrossMan) نے اکتسابی معذوری جیسی اصطلاح سے تعلیمی دنیا کو متعارف کروایا۔ گراس میان کے مطابق اکتسابی خرابی سے مراد ہر وہ شئے جیسے ذہنی (Mental)، ادراکی نقائص (Perception handicap)، اعصابی خرابیاں (Neurological Dysfunctioning)، ناپختگی (Immaturity) جذباتی مسائل (Emotional Problems)، برتاؤ کے مسائل (Behaviourial Probelems) سماجی ثقافتی مسائل جو اکتسابی عمل میں مانع وحائل ہوتی ہیں۔

اکتسابی معذوری کا شکار بچے اشیاء کو عام بچوں سے مختلف طریقے سے دیکھتے، سنتے اور سمجھتے ہیں۔ جس کی وجہ سے وہ نئی معلومات اور مہارتوں کو سیکھنے اور بروئے کار لانے سے قاصر ہوتے ہیں۔ عام طور پر اکتسابی معذوری میں پائی جانے والی خرابیوں میں پڑھنے میں دشواری، لکھنے میں دشواری، ہجے کرنے میں تکلیف، ریاضی کو سمجھنے میں دشواری اور استدلال کی کمی شامل ہیں۔ اکتسابی معذوری کو ہرگز ذہنی معذوری (Mental Retardation) اور حرکی نقائص (Sensory dysfunction) پر محمول نہیں کیا جاسکتا ہے۔ ہر اسکول میں 8 تا 10 فیصد طلبہ اکتسابی معذوری کا شکار ہوتے ہیں۔ ان میں کچھ معمولی نوعیت کے اور کچھ سنگین نوعیت کے ہوتے ہیں۔ اکثر موقعوں پر اکتسابی معذوری کا شکار طلبہ اساتذہ کی توجہ حاصل کرنے میں بھی ناکام رہتے ہیں یا پھر اساتذہ ان کے مسائل کو قابل اعتناء ہی نہیں سمجھتے ہیں۔ تحقیق سے پتہ چلا ہے کہ اکتسابی معذوری کا شکار طلبہ میں عام بچوں کی طرح تعلیمی دلچسپی اور حصول علم کی پیاس شدت سے پائی جاتی ہے لیکن کمرۂ جماعت کی روایتی تدریس کی وجہ سے وہ تعلیمی پیش قدمی سے محروم ہوجاتے ہیں۔ اغلاط پر غور وخوص کرنے اور اصلاحی طریقہ کار اختیار کرنے کے بجائے اساتذہ کی ڈانٹ پھٹکار اور عتاب کی وجہ سے اکتسابی معذوری کا شکار طلبہ حصول علم کے سفر میں قابل قدر پیش رفت کرنے میں ناکام ہوجاتے ہیں۔ اساتذہ بچوں کے تعلیمی تقاضوں کو نظر انداز کرتے ہوئے جب ان کی عزت نفس کو بھی مجروح کردیتے ہیں تب وہ دباؤ کا شکار ہوکر تعلیم سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔ اکتسابی معذوری جو کہ پہلے ایک پوشیدہ نصابی معذوری کے طور پر نمودار ہوتی ہے آگے چل کر بچوں کے لئے نصابی، لسانی، سماجی اور نفسیاتی خسران کا سبب بن جاتی ہے۔ طلبہ مطلوبہ تعلیمی اوصاف رکھنے کے باوجود جب حصول علم میں دشواری کا سامنا کرتے ہیں تب اس کو اکتسابی معذوری کی ایک علامت سمجھنا ضروری ہوجاتا ہے۔ ینگ (Young) اور ٹائر (Tyre) کے مطابق روایتی کمرۂ جماعت کی تدریس کے باوجود لسانی مہارتوں جیسے پڑھنے، لکھنے، ہجے اور دانشوارانہ صلاحیت کے حصول میں طلبہ اکتسابی معذوری کے باعث ناکام ہوجاتے ہیں۔ اکتسابی معذوری کا شکار طلبہ ذہین ہونے کے ساتھ ساتھ بہتر قوت تخیل کے حامل ہوتے ہیں لیکن نصابی سرگرمیوں کی انجام دہی میں ناکامی کے سبب بچوں کی صلاحیتوں اور نصابی مظاہروں میں ایک خلیج پیدا ہوجاتی ہے جس کی وجہ سے ان بچوں کا تعلیمی طور پر پسماندہ طلبہ میں شمار ہونے لگتا ہے۔ اکثر اکتسابی معذوری کا شکار طلبہ میں تخلیقی صلاحیت، فنکارانہ صلاحیتیں اور دیگر غیر معمولی اوصاف بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں جس کے بل پر وہ ایک تخلیق کار، فنکار، مصور، سنگ تراش وغیرہ بن سکتے ہیں۔ اسکولی تعلیم کے دوران منعقد شدنی امتحانات میں تعلیمی معذوری کی وجہ سے خراب مظاہرے کی بناء ہم قطعی طور پر نہیں کہہ سکتے ہیں کہ یہ بچے زندگی میں ناکامیوں کا شکار ہوجائیں گے اور ایک ناکام زندگی گزاریں گے۔ تھامس ایلوا ایڈسن اپنی سوانح عمری میں لکھتا ہے کہ اسکولی تعلیم کے زمانے میں وہ اکتسابی معذوری کا شکار تھا جس کی بناء پر اسکول کی ٹیچر نے اس کی والدہ کو خط لکھ کر ایڈسن کو اسکول بھیجنے سے منع کردیا۔ جب ایڈسن کی ماں نے خط دیکھا تو اس کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے۔ ماں کو روتا دیکھ کر ایڈسن پوچھتا ہے کہ وہ کیوں رو رہی ہے۔ ایڈسن کی ماں کہتی ہے کہ وہ اتنا ہوشیار ہے کہ اس کی ٹیچر اس کو نہیں پڑھا سکتی ہے۔ آج سے وہ خود اپنے بیٹے کو پڑھائے گی۔ ماں کی توجہ اور التفات کا ایڈسن پر اس قدر اثر ہوا کہ وہ اکتسابی معذوری کے باوجود دنیا کا ایک عظیم اور نامور سائنسدان بن گیا۔ دس ہزار سے زائد ایجادات ایڈسن سے منسوب ہیں۔ البرٹ آئنسٹائن کو کون نہیں جانتا، اس کا شمار دنیا کے فطین اور زیرک افراد میں ہوتا ہے۔ البرٹ آئنسٹائن تعلیمی معذوری کے سبب ابتدائی جماعتوں میں اساتذہ کی غیر معمولی عتاب اور درشت رویہ کا شکار تھا لیکن اس کے ماموں کی توجہ اور شفقت نے اسے ایک نابغہ روزگار شخص بنا دیا اور نوبل انعام کا حقدار ٹھہرا۔ آگستے روڈون ایک معروف فرانسیسی آرٹسٹ تھا اسکول میں اساتذہ اسے سب سے نکمہ طالب علم قرار دیتے تھے اساتذہ نے اس کے والدین کو مشورہ دیا تھا کہ اسے اسکول بھیجنے کے بجائے کوئی دوسرا کام سکھایا جائے۔ امریکہ کے اٹھائیسویں صدر ووڈرو ولسن نے نو سال کی عمر کے بعد حروف لکھنا سیکھا۔ اکتسابی معذوری کے باوجود اپنی صلاحیتوں کا لوہا ان افراد نے منوایا کیونکہ ان کو ایک مخلص اور شفیق استاد ماں، ماموں وغیرہ کی شکل میں میسر ہوئے۔ اکتسابی معذوری کے شکار طلبہ کو ایڈسن، آئنسٹائن اور دیگر کی طرح ایک مشفق اور ہمدرد استاد کی ضرورت ہے۔ اساتذہ، والدین اور تعلیم سے وابستہ افراد بچوں کے نصابی مظاہرے کے بل پر کوئی فیصلہ صادر نہ کریں جو کہ تعلیمی مقاصد کے مغائر ہوتے ہیں۔ اساتذہ اگر اکتسابی معذوری سے واقف ہوجائیں تب وہ طلبہ میں پائے جانے والی اکتسابی معذوری کی نہ صرف شناخت کے قابل ہوجائیں گے بلکہ اس کے سدباب کے لئے بھی آگے آئیں گے۔ اساتذہ طلبہ کی اصلاحی تعلیم (Remedial Education) کے ذریعے طلبہ کی زندگیوں میں عظیم انقلاب برپا کرنے والی ذات بن سکتے ہیں۔

اکتسابی معذوری کی اہم قسمیں:۔ اکتسابی نقائص مختلف شکلوں میں ہمارے سامنے آتے ہیں مثلاً پڑھنے میں پیش آنے والی دقت، لکھنے میں (املے کا) نقص، توجیہ واستدلال کا نقص، نقص قوت شامہ، علم الاعداد (Arithmetic) کا نقص وغیرہ۔ یہ نقائص دماغ کے بعض گوشوں کی غیر متناسب نشونماء کی بناء پر پیدا ہوتے ہیں۔ اکتساب سے جڑے نقائص میں ذیل کے پانچ نقائص قابل ذکر ہیں۔

(1) پڑھنے میں الجھن (Dyslexia) (2) لکھنے میں الجھن یا املے کی دقت (Dysgraphia) (3) تصور قائم کرنے میں ناکامی (Revisualistion) (4) علم الاعداد میں الجھن (Dyscalculia) (5) جملوں کو پڑھنے میں الجھن (Dysphasia) اور جملوں کو لکھنے میں الجھن (Aphasia)

(جاری)

کیسری کی کہانی......حقیقت یا فسانہ

ہولی کے موقعے پر ہمارے ملک ہندوستان میں ایک نئی فلم ریلیز ہوئی ہے "کیسری"۔ فلمی جانکاروں کے مطابق اس کی کہانی سال ۱۸۹۷ء میں لڑی گئی "ساراگڑھی" کی جنگ پر مبنی ہے جس میں یہ دکھایا گیا ہے کہ صرف اکیس سکھوں نے دس ہزار افغانیوں کے خلاف بڑی بہادری کے ساتھ جنگ لڑی تھی اور چھ سو افغانیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا جبکہ تقریباً ۸۰۰ افغانی زخمی ہوئے تھے۔ فلم بنانے کا مقصد یہ بیان کیا گیا کہ اس فلم سے ملک کے باشندوں میں دیش بھکتی کا جذبہ پیدا ہوگا۔ گویا سکھوں نے حب الوطنی کے پیش نظر افغانی پٹھانوں کے خلاف یہ جنگ لڑی تھی۔ اس فلم میں دیش بھکتی کے جذبات سے لبریز ایک گانا بھی ہے۔ گانے کے بول ہیں:

تیری مٹی، تیری مٹی میں مل جاواں...... گل بن کے میں کھل جاواں

مجند رالیس سرسا نے تو یہاں تک کہہ دیا ہے کہ آپ اپنے بچوں کو بھی یہ فلم دکھانے کے لیے لے جائیں تاکہ ان کے اندر دیش بھکتی کے جذبات پیدا ہوں۔ لیکن آپ کو حیرانی ہوگی کہ ساراگڑھی کی اس جنگ کے بارے میں تاریخ کچھ اور ہی بتاتی ہے، آپ یہ جان کر انگشت بدنداں رہ جائیں گے اور حیرت وافسوس میں ڈوب جائیں گے کہ فلم میں سکھوں کی جو دیش بھکتی دکھائی گئی ہے حقیقت اس کے بالکل الٹ ہے۔ دراصل یہ سکھ تو انگریز فوج کے سپاہی تھے اور افغانی پٹھان ملک کی آزادی کے لیے برٹش حکومت سے برسرِ پیکار تھے جس کے نتیجے میں ان کی لڑائی برٹش فوج کے ان سکھ سپاہیوں سے ہوئی تھی۔

آیئے جانتے ہیں کہ اس جنگ کے بارے میں تاریخ کا کیا کہنا ہے: وکیپیڈیا کے مطابق ساراگڑھی کی جنگ ۱۲ / ستمبر ۱۸۹۷ء عیسوی میں برٹش سپاہیوں اور ہندوستانی افغانی قبائل کے درمیان ہوئی تھی۔ برٹش فوج کے سپہ سالار ایشور سنگھ تھے جبکہ افغانیوں کی قیادت گل بادشاہ کر رہے تھے۔ سارے سکھ مارے گئے تھے اور افغانی پٹھانوں کو فتح حاصل ہوئی تھی اور ساراگڑھی کے قلعے پر ان کا قبضہ بھی ہوگیا تھا۔ لیکن برٹش فوج کی بندوقوں اور توپوں کی زد میں آکر افغانی دعوے کے مطابق اور برٹش حکومت کے دعوے کے مطابق افغانی شہید ہوئے تھے۔ دراصل ۱۸۹۷ء میں اس علاقے کے افغانیوں اور آدیواسیوں نے انگریزوں کے خلاف بغاوت کر دی تھی اور انگریز فوج پر حملہ کر دیا تھا اور انگریز فوج کے سکھ سپاہیوں کو مار کر ساراگڑھی پر قبضہ کرلیا تھا حالانکہ دو دن بعد ہی انگریزوں نے قلعے پر دوبارہ قبضہ کرلیا تھا۔

اس جنگ کی کچھ تفصیلات یہ ہیں: انگریزی حکومت کے باغی افغانیوں نے صبح نو بجے ساراگڑھی قلعے پر پہنچنے کا اشارہ دیا۔ برٹش حکومت کے سپہ سالار نے لوک ہارٹ قلعے میں موجود کرنل ہوٹن کو افغانیوں کے حملے کی خبر بھجوائی اور مزید فوج طلب کی۔ کرنل نے کہا کہ اس مختصر وقت میں کمک بھیجنا ممکن نہیں۔ افغانیوں نے برٹش فوج کو پہلے ہتھیار ڈالنے کی دعوت دی۔ برٹش فوج کے انکار پر انھوں نے قلعے کا مرکزی دروازہ توڑنے کی دو بار کوشش کی لیکن ناکام رہے۔ اس کے بعد آخر کار قلعے کی دیوار توڑنے میں کامیاب ہوگئے۔ پھر آمنے سامنے کی خوفناک لڑائی ہوئی اور افغانیوں نے اپنے کافی آدمی کھونے کے بعد قلعے پر قبضہ کرلیا۔ ساراگڑھی پر قبضہ کرنے کے بعد وہ انگریزوں کے دوسرے قلعے "گلستاں" کی طرف بڑھے لیکن اس میں انہوں نے کافی دیر کردی اور رات میں انگریزوں نے ایک بڑی فوج بھیج دی جس نے کافی مقدار میں توپ خانوں کا استعمال کیا اور قلعے پر آگ لگا کر دوبارہ اس پر قبضہ کرلیا۔

(تفصیل کے لیے وکیپیڈیا پر saragadhikijang سرچ کر کے دیکھ لیں)

فلمی تنقید نگار پرگتی سکسینہ نے اس فلم کے بارے میں جو جائزہ پیش کیا ہے وہ پڑھنے کے قابل ہے۔ وہ اپنے تبصرے میں لکھتی ہیں: "ساراگڑھی کی جنگ سکھ فوجیوں کی بہادری اور طاقت کی زبردست مثال ہے، لیکن وطن پرستی اور حب الوطنی سے اس کا کوئی سروکار نہیں ہے"۔ آگے لکھتی ہیں: "'کیسری' دیکھتے ہوئے ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ ساراگڑھی کی لڑائی دراصل اس لیے ہوئی تھی کیونکہ انگریز دراصل افغان قبائلیوں کے ذریعے شروع تحریک آزادی کے خلاف تھے اور اس انقلاب پر لگام کسنا چاہتے تھے۔ ایسے وقت میں 36 سکھ رجمنٹ نے ایک بڑی افغان فوج سے لڑنے کا فیصلہ لیا جو کہ فوج کی ڈسپلن کی بہترین مثال ہے، وطن پرستی کی نہیں۔"

فلمی شائقین کو نصیحت کرتے ہوئے انھوں نے آخر میں کہا کہ اگر آپ مار پیٹ اور خون خرابے کے مناظر دیکھنا پسند کرتے ہیں تو فلم دیکھیں ورنہ اس فلم کو نہ دیکھنا ہی بہتر ہے ۔ اس اچھا یہ ہے کہ آپ ساراگڑھی کی جنگ کی تاریخ پڑھ لیں کہ وہ زیادہ ترغیب دینے والی ہے ۔ (تفصیل کے لیے دیکھیں قومی آواز کی ۲۳ / مارچ ۲۰۱۹ء کی نیوز)

اندازہ کریں کہ اس فلم میں تاریخ کو کس بے رحمی سے ذبح کیا گیا ہے اور دیش بھکت کو دیش دروہی اور دیش دروہی کو دیش بھکت بنا دیا گیا ہے، جو افغانی انگریزوں کے ظلم کے شکار تھے، ظلم کے خلاف لڑ رہے تھے اور ملک کی آزادی کے لیے ظالم انگریزوں کا مقابلہ کر رہے تھے ان کو ان کے ہی ملک والے دشمن بنا کر پیش کر رہے ہیں، اور جو سکھ انگریزوں کے نمک خوار اور ظلم کے ساتھی تھے، انگریزی حکومت کی بقا کے لیے اپنے ہی بھائیوں کا خون کر رہے تھے اور ملک کی بنیاد اکھیڑنے میں لگے تھے انہیں دیش بھکت ثابت کر رہے ہیں اور پورے ملک بلکہ ساری دنیا کو گمراہ کر رہے ہیں۔

کہیں ایسا تو نہیں کہ یہ سب مسلم دشمنی کے تناظر میں پوری منصوبہ بندی کے تحت کیا جا رہا ہے؟ اس سے پہلے فلم پدماوت میں بھی تاریخ کا کس طرح گلا گھونٹا گیا ہے سب کو معلوم ہے۔ سچ کہتے ہیں جب آنکھوں میں تعصب کی عینک لگی ہو تو سامنے والے کی خوبی بھی خامی نظر آتی ہے۔ خدا بھلا کرے اس ملک کا اور اس کی حفاظت فرمائے کیونکہ اس ملک کا ایک خاص طبقہ مسلم دشمنی کے پیش نظر جن سرگرمیوں میں ملوث ہے وہ ملک کی سالمیت کے لئے زبردست خطرہ ہیں اور ملک کو باہمی نفرت وعداوت، تعصب اور خانہ جنگی کی طرف لے جانے والی ہیں۔

تم نے کیا نہ یاد کبھی بھول کر ہمیں
ہم نے تمہاری یاد میں سب کچھ بھلا دیا
برباد گلستاں کرنے کو بس ایک ہی الو کافی تھا
ہر شاخ پہ الو بیٹھا ہے انجام گلستاں کیا ہوگا

محمد ھارون مصباحی

راھل گاندھی کی آمدنی اسکیم

انتخابات کے موسم میں سیاسی جماعتوں اور قائدین کی جانب سے مسلسل وعدے کئے جاتے ہیں رائے دہندوں کو نت نئے خواب دکھائے جاتے ہیں، انہیں ہتھیلی پر چاند دکھاتے ہوئے ان کے ووٹ حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ہندوستان میں تو خاص طور پر یہ سلسلہ کئی دہوں سے چل رہا ہے۔ انتخابات کا موسم آتے ہی سیاسی جماعتیں سرگرم ہوجاتی ہیں عوام کو رجھانے کیلئے ان سے کئی وعدے کیے جاتے ہیں ان کے ووٹ حاصل کرکے اقتدار پر قبضہ کیا جاتا ہے اور پھر عوام سے کئے گئے وعدوں کو یکسر فراموش کردیا جاتا ہے۔ یہی حال 2014 کے عام انتخابات کے وقت بھی ہوا۔ نریندر مودی نے ملک بھر کے چکر لگاتے ہوئے عوام سے پرکشش وعدے کیے ان سے کہا کہ اچھے دن آئیں گے۔ ہر سال دو کروڑ نوکریاں دی جائیں گی، بیرونی ممالک میں رکھا کالا دھن واپس لایا جائیگا اور ہر شہری کے اکاؤنٹ میں 15 لاکھ جمع کروائے جائیں گے، عوام نے ان وعدوں پر بھروسہ کیا اور مودی کے حق میں ووٹ دیا۔ مودی نے اقتدار سنبھال لیا اور تمام وعدے فراموش کردئے گئے جب 15 لاکھ روپے جمع کروانے کا وعدہ یاد دلایا گیا تو یہ کہہ دیا گیا کہ یہ ایک صرف جملہ تھا ایسے لاکھوں روپے کسی کے اکاؤنٹ میں نہیں جمع کروائے جاتے جب یہ کہا گیا کہ دو کروڑ نوکریاں کہاں ہیں تو پکوڑے اور پان شاپس لگانے یا پھر گائے پالنے کا مشورہ دے کر ٹال دیا گیا جب اچھے دن کی بات کہی گئی تو خود بی جے پی کے قائدین دامن بچانے لگے اور نظریں چرانے لگے اس کا ان کے پاس کوئی جواب نہیں تھا یہ بی جے پی کے نعروں کی حقیقت تھی۔ جب انسانوں کے قرض معاف کرنے کی بات آئی تو اس سے انکار کردیا گیا لیکن کارپوریٹ برادری کے 5.3 لاکھ کروڑ قرض معاف کردئے گئے، ہزاروں کروڑ روپے کے قرض کو نادہندگان کو ملک سے فرار ہونے کے مواقع فراہم کردئے گئے اور ان کے خلاف پوری سنجیدگی یا دیانت کے ساتھ کوئی کارروائی تک نہیں کی گئی ہے اس کے برخلاف کانگریس کے صدر راہول گاندھی نے پانچ ریاستوں کے اسمبلی انتخابات کے وقت اعلان کیا تھا کہ اگر ان ریاستوں میں ان کی پارٹی کو اقتدار حاصل ہوتا ہے تو کسانوں کے قرض اندرون 10 دن میں معاف کردئے جائیں گے۔ تین ریاستوں راجستھان، مدھیہ پردیش اور چھتیس گڑھ میں کانگریس کو اقتدار حاصل ہوا اور کانگریس نے وہیں ان سے بھی کم وقت میں کسانوں کے قرضہ جات معاف کردئے یہ وعدوں پر عمل آوری کی مثال تھی اسی طرح اب راہول گاندھی نے ایک اور اسکیم کا اعلان کیا ہے کہ اگر مرکز میں ان کی پارٹی کو اقتدار حاصل ہوجاتا ہے تو ان کے غریب خاندانوں کو سالانہ 72000 روپے اقل ترین آمدنی کو یقینی بنایا جائیگا اب بی جے پی کے قائدین اور حلقوں میں اس اعلان پر ہلچل پیدا ہوئی ہے یہ لوگ عوام پر اس کے اثرات سے اندیشوں کا شکار ہونے لگے ہیں اور فوری کہا جا رہا کہ یہ اسکیم قابل عمل نہیں ہے اتنے وسائل حکومت کے پاس دستیاب نہیں ہیں اصل بات یہ ہے کہ عوام کی فلاح وبہبود مقصود ھونی چاہئے۔ جب ہزاروں کروڑ روپئے دھوکہ باز لے کر ملک سے فرار ھوسکتے ہیں لاکھوں کروڑں روپے اگر کارپوریٹ برادری کے معاف کیے جاسکتے ہیں تو سالانہ 72000 روپئے ملک کے غریب خاندانوں کو کیوں فراہم نہیں کئے جاسکتے؟ یقینی طور پر اس اسکیم کے خدوخال ابھی سامنے آتے ہیں اور ان کو دیکھ کر تبصرہ کیا جاسکتا ہے لیکن اس کو سرے سے ناقابل عمل قرار دینا سیاسی بوکھلاہٹ کا ثبوت ہے۔ (**حافظ محمد الیاس**)

• اسکول ومدارس • SCHOOL & MADARIS • اسکول ومدارس •

'ہندوستان میں مسلمانوں کے علاوہ سبھی قوم نے ترقی کی ہے'

سماجی، سیاسی اور تعلیمی شخصیات کے ہاتھوں انجمن اسلام کی کریمی لائبریری میں مسلمانوں کی حلق تلفی اور محرومی پر مبنی کتاب 'ڈینائل اینڈ ڈیپریویشن' کا اجراء

DENIAL AND DEPRIVATION
DENIAL AND DEPRIVATION

ممبئی: گذشتہ دنوں ممبئی کے معروف تعلیمی ادارہ انجمن اسلام کی کریمی لائبریری میں 'ڈینائل اینڈ ڈیپریویشن' کا اجراء عمل میں آیا۔ اس موقعہ پر مصنف عبدالرحمٰن، ڈاکٹر ظہیر قاضی، ٹاٹا انسٹی ٹیوٹ آف سوشل سائنس کے عبدالشعبان، سدھیندر کلکرنی اور ابوعاصم اعظمی موجود تھے۔ عام طور پر اس طرح کے خشک سماجی مسائل پر افراد کی کمی محسوس ہوتی ہے لیکن خلاف توقع یہاں لوگوں کی دلچسپی مسلمانوں میں بیداری کی علامت کا ثبوت ہے۔ جس سے امید کی جانی چاہئے کہ مسلمان آئندہ اپنے مستقبل کا فیصلہ کرتے وقت جذباتیت کا شکار نہیں ہوں گے۔ کتاب میں مسلمانوں کی سماجی، تعلیمی اور معاشی سمیت ان کی سیاسی حیثیت اور ان کے گلی محلوں کی حالت کا مکمل اور دستاویزی ثبوت پیش کیا گیا ہے۔ ممبئی کے مضافات میں واقع تھانے ضلع کے ممبرا جیسی مسلم بستی کے حالات کا بھی جائزہ یہ کتاب پیش کرتی ہے۔

موجودہ وزیراعظم کا اعلان سب کا ساتھ سب کا وکاس محض ایک نعرہ رہا۔ حالانکہ انہوں نے اپنے کئی بیانوں میں یہ کہا کہ جسم کا کوئی حصہ اگر بیمار ہو تو انسان صحت مند نہیں رہ سکتا۔ اسی طرح ملک کے سبھی مذاہب رنگ نسل اور خطہ کے افراد ترقی کریں گے جب ہی ملک ترقی کرے گا۔ لیکن ترقی کی دور میں مسلمانوں بجائے آگے بڑھنے کہ وہ پچھڑ ہی گیا ہے۔ یہ باتیں عبدالرحمٰن اسپیشل آئی جی حقوق انسانی کمیشن نے اپنے کتاب 'ڈینائل اینڈ ڈیپریویشن' (یعنی حق تلفی اور محرومی) کی تقریب اجراء کے موقعہ پر صحافیوں سے گفتگو کرتے ہوئے کہی۔ حالانکہ وہ سیدھے طور سے موجودہ حکومت پر الزام عائد کرنے سے بچتے ہوئے نظر آئے لیکن ان کے مذکورہ بالا جملوں سے کہیں نہ کہیں موجودہ حکومت الزام کے دائرے میں آ ہی جاتی ہے۔ جیسے انہوں نے اسی گفتگو کے دوران کہا کہ آپ دیکھیں ایک قوم کی حیثیت سے ان پانچ سالوں میں مسلمانوں کی زندگی کتنی المناک رہی ہے۔ انہوں نے اپنی بات کو واضح کرتے ہوئے کہا کہ تحفظ گائے اور گؤکشی کے نام پر مسلمانوں کو کس طرح ہجومی تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ عبدالرحمٰن نے کہا کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ ملک نے ترقی کی ہے لیکن مسلمانوں نے ترقی نہیں کی ہے وہ آج جس قدر پسماندہ ہیں ایسا تاریخ میں کبھی نہیں ہوا۔ واضح ہو کہ 'ڈینائل اینڈ ڈیپریویشن' مسلمانوں کی پسماندگی کے دستاویزی ثبوت سچر اور رنگا ناتھ مشرا کمیشن کی سفارشات کے نفاذ کا جائزہ لینے والی کتاب ہے۔ مصنف کا کہنا ہے کہ سابق یوپی اے حکومت نے سفارشات میں کئی غیر اہم نکات کو نافذ کرنے کی کوشش کی لیکن انتہائی اہم اور بڑے پیمانے پر اثر انداز ہونے والی نکات سے پہلو تہی کیا۔ لیکن جو غیر اہم نکات تھے اس کو بھی نافذ نہیں کیا گیا۔

'ڈینائل اینڈ ڈیپریویشن' کی تقریب اجراء میں آئے آر ٹی آئی اور سماجی کارکن شوکت علی بیٹ گری نے کہا کہ سابق حکومت نے مسلمانوں کی ترقی کے پروگراموں کا شور تو بہت مچایا لیکن زمینی سطح پر کچھ نہیں کیا۔ شوکت کہتے ہیں 'ہم ممبئی مضافات میں وزیراعظم پندرہ نکاتی پروگرام کی ضلعی کمیٹی میں تھا لیکن پانچ سال کے عرصہ میں ضلع کلیکٹر نے ایک بھی میٹنگ طلب نہیں کی'۔ اس کا صاف مطلب ہوتا ہے کہ وزیراعظم پندرہ نکاتی پروگرام کا نفاذ ہوا ہی نہیں۔

ڈینائل اینڈ ڈیپریویشن یعنی 'حق تلفی ومحرومی' سچر اور رنگا ناتھ مشرا کمیشن کی رپورٹ کے بعد غیر تنظیمی طور پر ایک شخص کی ذاتی محنت کاوش اور لگن سے وجود میں آنے والی مسلمانوں کی موجودہ صورتحال کو صحیح ڈھنگ سے سمجھانے والی اعداد وشمار پر مبنی ایک شاندار کتاب ہے۔ مسلمانوں کی مجموعی حالات کو جاننے کیلئے مرکزی حکومت کے قائم کردہ کمیشنوں کے بعد سفارشات کے نفاذ کی صحیح عکاسی کرنے والی کتاب ہے۔ جس میں مصنف نے اپنی ذاتی لگن اور محنت سے یہ جاننے کی کوشش کی ہے کہ جس سچر کمیشن کا شور ہے اس کے بعد سابق یو پی اے حکومت نے کیا کیا۔ مصنف نے ابتدائیہ میں لکھا ہے کہ منموہن کی یو پی اے حکومت نے معمولی سفارشات کو تو نافذ کرنے کی کوشش کی اور جو زیادہ اہم مسائل تھے اسے نظر انداز کردیا گیا۔ مصنف نے نہ صرف یہ کہ سابق حکومت کی نظر انداز کردینے والی پالیسی اور موجودہ نریندر مودی کی این ڈی اے حکومت کی مسلمانوں کے تئیں معاندانہ پالیسی کا تذکرہ کیا ہے اور اسے دلائل وقرائن کے ساتھ پیش کیا ہے بلکہ آئندہ کے لائحہ عمل کو بھی پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ تاکہ مسلمانوں کی پسماندگی پر صرف ماتم ہی نہ کیا جائے بلکہ اس کے ادراک کیلئے بھی کوشش کی جاسکے۔ مصنف نے یہ بات قارئین پر چھوڑ دیا ہے کہ وہ مسلمانوں کے مسائل کو صحیح تناظر میں پیش کرنے میں کہاں تک کامیاب ہوئے ہیں۔ ویسے ان کے مطابق مصنف نے بھرپور کوشش کی ہے کہ وہ مسلمانوں کی صحیح صورتحال سامنے رکھیں۔ اس سے قبل کتاب کا اجراء نئی دہلی میں ہوچکا ہے اور اب ممبئی کے انجمن اسلام کی کریمی لائبریری میں ایک تقریب میں اس کا اجراء عمل میں آیا۔ مصنف سے یہ پوچھے جانے پر کہ کس بات نے آپ کو مذکورہ کتاب تحریر کرنے پر مجبور کیا؟ ان کا کہنا تھا کہ سسٹم میں رہتے ہوئے ہم نے مسلمانوں کو نظر انداز کئے جانے کو کافی قریب سے دیکھا ہے، اسی لئے ہم نے جن کمیشنوں اور اس کی سفارشات کا کافی شور ہے اسکے تجزیہ کو عوام کے سامنے پیش کرنے کی کوشش ہے۔ ان سفارشات کا نفاذ کس حد تک ہوا اور اس کے اثرات کیا ہوئے۔ انہوں نے قوم کے بااثر طبقہ اور سسٹم میں موجود مسلمانوں سے قوم کی پسماندگی دور کرنے کی مخلصانہ کوشش کی اپیل بھی کی ہے۔

امت مسلمہ کی کامیابی قرآن وحدیث پر عمل سے وابستہ: مولانا محمد حبیب باندوی

مرکز الامام رحمت الله کیرانوی کے زیر اہتمام دارالعلوم جامعه عائشه صدیقه للبنات میں جلسه ختم بخاری شریف و دستار بندی کا انعقاد

قرآن امت مسلمہ کے لیے ضابطہ حیات ہے امت مسلمہ کی کامیابی قرآن وحدیث سے وابستہ ہے جب امت قرآنی تعلیمات پر عمل کرے گی تو کامیابی سے ہمکنار ہوگی بخاری شریف قرآن کے بعد سب سے زیادہ اصح کتاب ہے۔ مذکورہ خیالات کا اظہار مولانا محمد حبیب باندوی ناظم جامعہ ہتھوڑا باندہ نے کیا وہ مرکز الامام رحمت اللہ الکیرانوی کے زیر اہتمام دارالعلوم جامعہ عائشہ صدیقہ للبنات محمد پور راعین میں جلسہ ختم بخاری شریف و جلسہ دستار بندی سے بطور مہمان خصوصی خطاب کر رہے تھے۔ انہوں نے مزید کہا کہ نہایت ہی خوش نصیب ہیں وہ والدین جن کے بچے حفظ قرآن مکمل کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ حفظ قرآن ایک عظیم الشان نعمت ہے جس کی قدر کرنی چاہیے انہوں نے حفاظ سے کہا کہ وہ اس نعمت کی قدر کریں۔ اجلاس کو خطاب کرتے ہوئے مفتی محمد زید مظاہری استاد حدیث وفقہ دارالعلوم ندوۃ العلماء نے اپنے مدلل خطاب میں کہا کہ ہم اپنی زندگی قرآنی تعلیمات کے مطابق گزاریں اسی میں ہماری صلاح وفلاح ہے اور نئی نسل کے ایمان وعقائد کی فکر کریں۔ انہوں نے مدرسہ کے ذمہ داران کی خدمت کو سراہتے ہوئے دعاؤں سے نوازا اور مبارکباد پیش کی۔ اجلاس کو مولانا شاہ عالم گورکھپوری دارالعلوم دیوبند، مولانا محمد طلحہ ندوی بھٹکلی نائب ناظم جامعہ اسلامیہ بھٹکل کرناٹک، مولانا محمد الیاس مفتاحی مہتمم جامعہ بیت العلوم پلی مزرعہ ہریانہ اور شیخ الحدیث مولانا مطلوب حسن ندوی اور مولانا محمد عاقل مہتمم جامعہ بدرالعلوم گڑھی دولت، نے خطاب کرتے ہوئے تعلیم کی اہمیت پر روشنی ڈالی اور کہا کہ تعلیم وتعلم اور بغیر اسلام کو سیکھے ہوئے ہم اسلامی معاشرہ کو وجود میں نہیں لا سکتے ہیں خواتین سے کہا کہ وہ معاشرے کی اصلاح میں اپنا کلیدی کردار ادا کریں اور سنت وشریعت پر عمل کریں۔ بعدازاں حفاظ کرام کی دستار بندی کی رسم عمل میں آئی، جس میں، حافظ محمد سلمان حسین، حافظ محمد صدام حسین، حافظ ابودجانہ، حافظ محمد مظفر حسین کے سروں پر علماء کے بدست دستار فضیلت باندھی گئی۔ مرکز وجامعہ کے ناظم اعلی مولانا وقاری محمد عابد حسین نے اپنے خطاب میں تمام مہمانوں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے جامعہ کی رپورٹ پیش کی اور بتایا کہ مرکز الامام کے تحت 15 مدارس ومکاتب بہار وبنگال وپنجاب میں چلتے ہیں، جن میں کئی سولڑکے اور لڑکیاں حفظ قرآن اور عالمیت کی سند حاصل کر چکے ہیں۔ الحمدللہ اس ادارے کی شاخ کیرانہ، ہریانہ، ہماچل، پنجاب، بہار وبنگال میں بھی چل رہی ہیں۔ اجلاس میں علاقے کے ارباب مدارس اور دانشوران قوم وملت نے شرکت کی۔ اجلاس کو کامیاب بنانے میں اور طالبات کا اچھا پروگرام پیش کرنے میں، دارالعلوم جامعہ للبنات کی پرنسپل الجامعہ، فاضلہ نوشابہ اور ان کی معاونات، خوش نصیب، فرح شمیم صاحبہ، نیز مرکز وجامعہ کے مدرسین، مفتی محمد ساجد ندوی، مولانا زاہد حسن ندوی، منشی محبوب الحسن فاروقی، قاری منور حسن، قاری عبدلمنان اور خبیر الدین نے اجلاس کو کامیاب بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔ اجلاس کا اختتام مولانا حبیب باندوی کی دعا پر ہوا۔

اقلیتی اقامتی اسکول تلنگانہ میں تعلیمی انقلاب کا نقیب ثابت ہونگے

تلنگانہ اقلیتی اقامتی اسکول یاقوت پورہ میں سالانہ جلسہ سے پروفیسر جگدیش کا خطاب

اقلیتی اقامتی اسکولس مستقبل میں تلنگانہ میں تعلیمی انقلاب کے نقیب ثابت ہونگے، اقلیتوں کو عصری تعلیم کے ساتھ ساتھ سائنس وٹکنالوجی سے ہم آہنگ کرتے ہوئے، مستقبل میں ان کی معاشی صورتحال کو بہتر بنانے کے منصوبہ کے تحت ان اسکولوں کا قیام عمل میں لایا گیا ہے۔ جہاں تعلیم کے ساتھ ساتھ قیام وطعام کا مفت میں انتظام ہے اور اعلی ومعیاری تعلیم فراہم کی جارہی ہے۔ ضرورت ہے کہ اقلیتوں کا شعور بیدار ہو اور وہ اس جانب راغب ہوں۔ ان خیالات کا اظہار پروفیسر جگدیش ڈسٹرکٹ لیول کوآرڈینیٹر تلنگانہ اقلیتی اقامتی تعلیمی ادارہ جات سوسائٹی حیدرآباد نے تلنگانہ اقلیتی اقامتی اسکول یاقوت پورہ (ذکور) 1 میں منعقدہ سالانہ جلسہ سے کیا۔ انہوں نے مزید کہا کہ تلنگانہ میں مسلمانوں میں تعلیمی فیصد بہت کم ہے اور جو تعلیمی فیصد ہے اس میں بھی ترک تعلیم کا تناسب بہت زیادہ پایا جاتا ہے۔ انہوں نے والدین سے درخواست کی کہ نئے تعلیمی سال میں داخلے کے لیے شعور بیدار کریں اور زیادہ سے زیادہ داخلے کروائیں۔ یاسمین سلطانہ کوآرڈنیٹر نے اپنے خطاب میں کہا کہ طلبہ امتحانات کی تیاری بہتر انداز سے کریں اور اپنی کامیابی کے حصول کے لیے سخت محنت اور سنجیدہ جستجو سے کام لیں اور بہتر مستقبل کے لیے مشکلوں کا مقابلہ کریں، بہادری سے آگے بڑھیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ مثبت سوچ اور فکر فرد کی ترقی میں اہم رول ادا کرتی ہے طلبہ منفی سوچ سے دور رہیں تاکہ مقاصد کا حصول آسان ہوجائے۔ اس پروگرام کی صدارت حمیرا فاطمہ پرنسپل نے کی انہوں نے اسکول کی ایک سالہ کارکردگی کی رپورٹ کو مفصل انداز میں پیش کیا۔ منزہ میمونہ، حبیبہ بیگم نے نے حسن خوبی سے نظامت کے فرائض انجام دئے۔ اس موقع پر طلباء نے تمثیلی مشاعرہ پیش کیا، مختلف تہذیبی وثقافتی پروگرام پیش کئے گئے۔ پروگرام کے آخر میں مختلف مقابلہ جات میں کامیاب طالب علموں کو مہمانوں کے ہاتھوں انعامات تقسیم کئے گئے۔ اس موقع پر اولیا طلبہ کی کثیر تعداد موجود تھی۔

ھر نسل نئی زبان و اسلوب خود لے کر آتی ھے: نور الحسنین

شعبه اردو مانو میں ممتاز فکشن نگار کا اظھار خیال

افسانہ نگاروں کی نئی نسل سے بڑی توقعات ہیں۔ نئے ابھرتے ہوئے افسانہ نگاروں کے یہاں ہمیں عصری زندگی کے مسائل کا گہرا شعور نظر آتا ہے اور لسانی سطح پر ان کے اسلوب میں بھی کوئی خامی نہیں ملتی۔ ہر نسل اپنی زبان اور اپنی لفظیات خود لے کر آتی ہے۔ نئے لکھنے والوں کی زبان اور اس کے ترسیلی پیکروں میں تازگی اور ندرت کا احساس ہوتا ہے۔ یقین ہے کہ یہ نسل اردو فکشن کو بہت آگے تک لے جائے گی۔ اردو افسانہ اور نئے لکھنے والوں کے بارے میں ان خیالات کا اظہار اردو کے ممتاز فکشن نگار نورالحسنین نے کیا۔ جنھوں نے شعبہ اردو مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی میں 'تخلیق کار سے ملیے' پروگرام میں بحیثیت مہمانِ خصوصی شرکت کی۔ ابتدا میں پروفیسر نسیم الدین فریس، صدر شعبہ اردو نے مہمانوں کا استقبال کیا' ڈاکٹر مسرت جہاں نے شعبے کا تعارف پیش کیا۔ نورالحسنین نے اپنے تخلیقی سفر پر تفصیلی روشنی ڈالی اور بتایا کہ افسانہ نگاری کے بعد انھوں نے ناول نگاری کا آغاز کیوں اور کس طرح کیا اور ناول لکھنے کے لیے وہ کس طرح کی تیاری کرتے ہیں اور کس طرح تاریخ کو معاصر زندگی تک لے آتے ہیں۔ انھوں نے اپنے نئے ناول 'تلک الایام' کے پلاٹ اور کرداروں پر تفصیلی روشنی ڈالی۔ اس اجلاس میں طلبا نے اپنی تخلیقات بھی پیش کیں۔ شبلی آزاد (ایم اے سالِ اول)، امرناتھ (پی ایچ ڈی ریسرچ اسکالر) اور محمد نہال افروز (پی ایچ ڈی ریسرچ اسکالر) نے اپنے افسانے سنائے۔ مہمان اعزازی جناب خورشید حیات نے افسانوں پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ ان افسانوں کے موضوعات سماج اور عصری زندگی سے جڑے ہوئے ہیں۔ تخلیق کار لفظ کو معنی کی نئی دنیا میں لے جاتا ہے جو لغوی معنی سے مختلف ہوتی ہے۔ انھوں نے طلبا کی تخلیقات پر ان کو مبارک باد دی۔ اس پروگرام میں شعبے کے اساتذہ پروفیسر فاروق بخشی، پروفیسر وسیم بیگم، ڈاکٹر شمس الہدی دریابادی، ڈاکٹر بی بی رضا خاتون، ریسرچ اسکالرس اور طلبا وطالبات کی بڑی تعداد موجود تھی۔ اجلاس کی کاروائی ریسرچ اسکالر محمد نہال افروز نے چلائی۔